(غلام گردش)

نام کی تختی

ٹم برنرز لی نے ہماری دنیا کو مکمل طور پر تبدیل کر ڈالا۔ ہر ایک کی زندگی اس شخص کے کام سے پہلے کچھ اور تھی اور اسکے بعد جس درجہ تبدیل ہوئی یا مسلسل ہو رہی ہے۔ اسکا ادراک اور شعور ابھی تک نہیں کیا جا سکتا۔ ٹم برنرز نے انٹرنیٹ ایجاد کیا۔ اپنے کمپیوٹر سے اس عظیم کام کی بنیاد رکھی۔ اپنے کمپیوٹر کو سرور (Server) سے جوڑ دیا۔ اس طرح ایک مخصوص سرور سے کمپیوٹر کو منسلک کرنے کا کام شروع ہو گیا۔ اسی شخص نے دنیا کا پہلا ویب براؤزر (Web Browser) بنایا۔ ان دو غیر معمولی کاموں نے دنیا کی کایا پلٹ دی۔ پوری دنیا میں پڑھنے اور سوچنے کا طریقہ بدل گیا۔ کام کرنے میں ایک ایسی جدت پیدا ہوئی جو گزشتہ ہزاروں سال میں کسی بھی کیے گئے نئے کام سے ہزار درجہ بہتر تھی۔ آج ہم میں سے ہر شخص بلا تمیز عمر، جنس، مذہب، عقیدہ یا قوم، انٹرنیٹ سے نہ صرف مستفید ہو رہا ہے بلکہ اسکے بغیر زندگی گزارنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ انٹرنیٹ کیا ہے۔ اس نے ہماری زندگی میں کیسا انقلاب برپا کر دیا ہے۔ اس پر کسی قسم کی کوئی بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ٹم برنرز نے اپنی اس ایجاد کا کسی قسم کا کوئی معاوضہ نہیں لیا۔ کسی کمپنی کو یہ نہیں کہا کہ اسکے کام کو کمرشل بنیادوں پر خرید لے۔ اُس شخص کی قوت ارادی اور کردار کا اندازہ کیجئے کہ کئی امریکی کمپنیوں نے بھرپور رابطہ کیا کہ وہ اپنی ایجاد انکے ہاتھ فروخت کر دے۔ مگر اسکا جواب تھا کہ "یہ اس کرہِ ارض کے لوگوں کیلیے اسکی جانب سے ایک تحفہ ہے اور تحفہ کی کوئی قیمت نہیں ہوتی"۔ جن لوگوں نے اسکے کام سے بھرپور مالی فائدہ اٹھایا۔ اس میں بِل گیٹس، سٹیو جوبز اور بارک ضوکر برگ شامل ہیں۔ انکے پاس دنیا کی مکمل دولت کا 5 سے 6 فیصد حصہ موجود ہے مگر ٹم برنرز نے اپنی ایجاد سے ایک پیسہ کا فائدہ اٹھانے سے انکار کر دیا۔ درویش اور کیسا ہو گا اور کیا ہو گا!

جے سی بوس ریڈیو کا اصل موجد تھا۔ انتہائی ذہین اور کمال کا دماغ۔ سائنس کے دقیق میدان کے علاوہ انتہائی خوبصورت مصنف۔ جب اس نے دنیا کا پہلا ریڈیو بنایا تو 1-1990 کا زمانہ تھا۔ جے سی بوس کا بنیادی فلسفہ تھا کہ "علم بذات خود اتنا قیمتی اور نایاب ہے کہ دنیاوی طور پر اسکی کوئی بھی مالی قیمت مقرر نہیں کیجا سکتی" اپنی ہی ایجاد کو اپنے نام سے رجسٹرڈ کروانے سے انکار کر دیا۔ جب 17 مئی 1901 کو رائل سوسائٹی میں ایجاد کی جزئیات بتانے جا رہا تھا تو ایک بہت امیر تاجر نے اسے دس منٹ کے لیے روک لیا۔ تاجر کے ہاتھ میں چند کاغذ تھے۔ اس میں ہر طرح کی شرائط درج تھیں، صرف بوس کے دستخط ہونے تھے۔ کاغذات کے مطابق بوس نے ریڈیو کی ایجاد کو محض اپنے نام پر رجسٹرڈ کروانا تھا۔ تاجر نے بوس کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے۔ اور کہا کہ آپکو پتہ نہیں ہے کہ آپ کتنے پیسے کما سکتے ہیں۔ آپ صرف ایک دستخط کرنے سے دنیا کے امیر ترین شخص بن جائینگے۔ شرط صرف ایک ہے کہ تمام منافع میں آدھے پیسے میرے ہونگیں۔ بوس نے اس تاجر کو غور سے سنا۔ جواب دیا، " آپ بہت امیر اور کاروباری انسان ہیں۔ مگر میں نے آج تک آپ سے زیادہ غریب آدمی اپنی زندگی میں نہیں دیکھا۔ یہ ایجاد عام لوگوں کے فائدہ کیلیے ہے اور مجھے اس سے کسی قسم کا کوئی منافع نہیں کمانا۔ علم بذات خود کسی بھی طرح کی مالی منفعت سے بڑی چیز ہے اور اسکو پیسے کے ترازو میں تولا نہیں جا سکتا"۔ بوس نے چند منٹ بعد تقریر میں اپنی ایجاد کے تمام جزئیات کو عام لوگوں کے سامنے بیان کر دیا۔

ڈوبری ڈوبریو بلغاریہ کے شہر صوفیہ کے نزدیک رہتا ہے۔دوسری جنگ عظیم میں اسکی زندگی کی ہر چیز برباد ہوگئی۔گھر تباہ ہوگیا، خاندان قتل کر دیا گیا۔ڈوبری اس وقت صوفیہ شہر سے بیس کلومیٹر دور رہتا تھا۔اسکے پاس کسی قسم کو کوئی سرمایہ نہیں تھا۔اس نے ایک عجیب وغریب فیصلہ کیا۔روز اپنے گاؤں سے پیدل صوفیہ جاتا تھا اور وہاں سڑکوں پر بھیک مانگتا تھا۔لمبے لمبے بال، الجھی ہوئی داڑھی اور پھٹے ہوئے کپڑوں کو دیکھ کر اکثر لوگ اس پر ترس کھاتے تھے اور چند سکے خیرات کر دیتے تھے۔ڈوبری نے پورا حساب رکھا ہوا تھا۔اسکے پورے مہینے کا ذاتی خرچ صرف 80 یورو تھا۔بھیک سے کمائے ہوئے پیسوں سے 80 یورو اپنے ذاتی خرچہ کے لیے نکال لیتا تھا۔ہر ماہ جتنے پیسے ملتے تھے، وہ تمام رقم ایک ایسے یتیم خانے کو عطیہ کر دیتا تھا جہاں بچے اور بچیاں بے گھر ہونے کی وجہ سے مقیم تھے۔ان تمام بچوں میں ڈوبری کا کوئی عزیز یا رشتہ دار نہیں تھا اور نہ ہے۔اسکی عمر آج 99 برس ہے۔وہ آج بھی یتیم اور بے سہارا بچوں کیلیے جھولی پھیلائے خیرات مانگتا ہے۔اسے اس عظیم کام کے اعتراف میں حکومت نے کئی بار انعام دینے کی کوشش کی مگر اس نے ہمیشہ یہ کہہ کر کسی بھی انعام کو لینے سے انکار کر دیا، کہ یتیم بچوں کی پرورش کرنا اسکا فرض ہے اور وہ اس کام کے عوض کوئی ستائش یا رتبہ حاصل نہیں کرنا چاہتا۔آپ آج بھی صوفیہ جیسے گنجان آباد شہر میں ڈوبری کا نام لیجیئے۔آپکو ہر شہری اس تک پہنچا دیگا۔وہ اپنے شہر کا سب سے قابل عزت اور محترم شخص ہے۔دوسروں کیلیے اپنی ہر آسائش قربان کرنے والا!

سٹانسلو پیٹرو (Stanislav Petrov) روسی فوج کا ایک عام سا افسر تھا۔1983 میں امریکہ اور روس کے حالات انتہائی کشیدہ ہوگئے۔معاملات یہاں تک بگڑ گئے کہ امریکہ نے نیوکلیئر پرشنگ میزائل یورپ میں نصب کر دیے۔ان تمام میں ایٹم بم موجود تھے اور یہ روس کے ہر حصے کو تباہ کرنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔روس نے بھی جواباً اپنے ایٹمی میزائل یورپ اور امریکہ کی جانب رخ کر کے حساس مقامات پر نصب کر ڈالے۔ماہرین کے مطابق اگر امریکہ روس پر پرشنگ میزائل سے حملہ کرتا ہے تو روس کے پاس اپنے دفاع کیلیے محض چھ منٹ ہونگے۔یہ لڑائی اس قدر مہیب اور خطرناک تھی کہ نتیجہ میں دنیا کا بیشتر حصہ مکمل طور پر نیست و نابود ہوسکتا تھا۔اسکو Mutual Assured Destruction کا نام دیا گیا تھا۔تباہی ناگاساکی اور ہیروشیما سے کئی لاکھ گنا زیادہ ہوسکتی تھی۔پچیس سے تیس کروڑ انسانوں کی ہلاکت کا اندازہ صرف اس جنگ کا ظاہری نتیجہ تھا۔بڑے وثوق سے یہ کہا گیا کہ دس منٹ کی جنگ کے بعد دنیا میں زندگی نام کی کسی چیز کا امکان بہت کم رہ جاتا تھا۔26 ستمبر 1983 کو پیٹرو اپنے دفتر کے ریڈار روم میں موجود تھا۔اس نے اپنے سسٹم پر دیکھا کہ امریکہ نے روس کے خلاف ایک ایٹمی میزائل داغ دیا ہے۔تیس سیکنڈ کے مختصر وقت میں ریڈار پر مزید چار میزائل نظر آنے لگے۔ان پانچ ایٹمی میزائلوں کا مطلب یہ تھا کہ روس کافی حد تک دنیا کے نقشہ سے غائب ہوجانا تھا۔وہ اپنے دفتر میں مکمل طور پر اکیلا تھا۔اسکے پاس صرف چھ منٹ تھے۔اس مختصر مدت میں روسی ہائی کمان کو اطلاع کرنی تھی کہ ہم پر حملہ ہو چکا ہے۔نتیجہ میں روسی ایٹمی میزائل فائر ہونے تھے۔پیٹرو کو اب محض ایک فون کرنا تھا۔اس نے فون اٹھا کر واپس رکھ دیا۔ذہن میں صرف ایک یقین تھا کہ یہ تمام ایک مشینی غلطی کے علاوہ کچھ نہیں ہوسکتا۔ہائی کمان کو دس منٹ تک کچھ نہیں بتایا۔اسکا گمان یا یقین مکمل طور پر ٹھیک تھا۔انکوائری میں ثابت ہوگیا کہ مکینیکل غلطی کی بدولت مکمل حد تک غلط سگنل تھا۔روس پر امریکہ نے حملہ نہیں کیا تھا۔پیٹرو کے محض تیس سیکنڈ کے بروقت فیصلہ نے دنیا کو عظیم تباہی سے

بچالیا۔ ذرا سوچیے ،اگر پیٹر و غلطی سے فون کر دیتا تو اسکا انجام کیا ہونا تھا؟ سوچتے ہوئے بھی دل لرزتا ہے۔ پیٹرو نے اپنے اس عظیم فیصلے کے عوض کوئی ایوارڈ یا تمغہ لینے سے انکار کر دیا۔

جوناس سالک (Jonas Salk) عظیم سائنسدان تھا۔ اس نے پولیو کے مرض پر برسوں تحقیق کی۔ برسوں کی ریاضت کے نتیجہ میں وہ پولیو ویکسین بنانے میں کامیاب ہو گیا جسکے چند قطرے پینے سے انسان اس مہلک مرض سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ اسکی دوائی کی بدولت چند بدقسمت ملکوں کے علاوہ پوری دنیا سے پولیو جیسا موذی مرض ختم ہو چکا ہے۔ جوناس سالک نے اربوں لوگوں کو جسمانی معذوری سے بچالیا۔ یہ ایک انقلاب تھا اور لوگوں کی خدمت کے لیے انتہائی غیر معمولی کام۔ سالک نے دوائی کے اجزاء رسالوں میں چھپوا دیے تا کہ ہر لیبارٹری اسکو بذات خود تیار کر سکے۔ اس نے لامحدود دولت کو ٹھوکر ماردی۔ پولیو کی دوائی پوری زندگی اپنے نام رجسٹرڈ نہیں کروائی۔ ایک انٹرویو میں اس نے کہا" یہ دوائی عام لوگوں کی ملکیت ہے۔ ہر شخص اسکا مالک ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے سورج کی روشنی ہر انسان کی ملکیت ہوتی ہے"۔

کلیرا بارٹن (Clara Barton) ایک انتہائی عجیب خاتون تھی۔ امریکہ کی خانہ جنگی نے اسے بالکل تبدیل کر ڈالا۔ کلیرا نے ہزاروں لوگوں کو بے بسی کی موت مرتے دیکھا۔ اب اسکی زندگی کا صرف ایک مقصد رہ گیا کہ زخمیوں کی مدد کیسے کرنی ہے۔ لوگوں کو موت کے منہ سے کیسے بچانا ہے۔ جنگ کے ہولناک ماحول میں زندگی کی رمق کو کیسے برقرار رکھنا ہے۔ جنگ کے علاوہ دیگر حادثات میں انسانی زندگی کو کیسے محفوظ رکھنا ہے۔ 1873 میں اس نے امریکی صدر کو قائل کیا کہ ایک تنظیم کی اشد ضرورت ہے جو بغیر کسی معاوضہ کے فلاحی کام کرے۔ مقصد صرف انسانیت کی خدمت ہو۔ مذہب، رنگ اور نسل کی کوئی تفریق نہ ہو۔ بارٹن نے "ریڈ کراس" نام کی تنظیم بنائی۔ یہ تنظیم آج دنیا کے ہر ملک میں موجود ہے۔ آج تک اس تنظیم نے کروڑوں لوگوں کی جانیں بچائیں ہیں۔ بارٹن نے اپنے کام کا کوئی معاوضہ طلب نہیں کیا۔

اب مندرجہ بالا پسِ منظر میں پاکستان کا جائزہ لیجئے۔ آپ کسی بھی شہر، قصبہ یا دیہات میں چلے جایئے۔ کسی سرکاری عمارت، پُل، ہسپتال یا چوک پر کھڑے ہو جایئے۔ ہر جگہ ایک نمایاں مقام پر سنگِ مرمر کی بے جان سی تختی یا کتبہ نظر آئیگا۔ اس پر درج ہوگا کہ فلاں موصوف نے فلاں دن، اپنے دستِ مبارک سے اس جگہ پر اس کام کی بنیاد رکھنے کا عظیم کارنامہ انجام دیا۔ آپ اوپر سے لیکر نیچے تک کے سیاسی نظام کو دیکھیے۔ ادنیٰ سے ادنیٰ سکیم کے افتتاح پر بڑے بڑے اخباری اشتہارات چھپوائے جائینگے۔ ان تمام بے صفت اور بے ہنر اشتہاروں میں ملک کے کسی بڑے سیاستدان کی خوبصورت سی بے جان تصویر آویزہ ہوگی۔ جھوٹی خوشامد پر مشتمل تحریروں میں آسمان اور زمین کے قلابے ملا دیے جائینگے۔ ظلم یہ، کہ تمام کام سرکاری پیسوں سے سرانجام دیا ہوگا۔ مقصد صرف اور صرف پست درجے کی ذاتی تشہیر! آپ گلیوں میں چلے جائیں۔ نالیوں کے نزدیک بھی دیواروں پر اسی طرح کے افتتاحی کتبے نصب نظر آئینگے۔ درج ہوگا، کہ فلاں سیوریج سکیم کا افتتاح، فلاں مقامی سیاستدان یا افسر نے فرمایا!

بنیادی طور پر ہم چھوٹے لوگ ہیں! صرف اور صرف ذاتی تشہیر اور چند پیسوں کے عوض بکنے والے غلام! اس تلخ حقیقت میں

حکمران یا رعایا کی کوئی تمیز نہیں! مگر جن لوگوں نے دنیا کو تبدیل کیا! انسانیت کو عظیم فائدہ پہنچایا! ایٹمی جنگ کو اپنی ذہانت سے روک ڈالا، ان میں سے کسی کی تختی، کسی بھی عمارت کے باہر نصب نہیں! کیونکہ وہ درحقیقت عظیم لوگ تھے اسلیے کسی کو باور کروانے کی ضرورت پیش نہیں آئی! مگر ہمارے جیسے بونوں کے دیس میں ہر رہنما کو سنگِ مرمر کے ایک افتتاحی کتبے کی اَشد ضرورت ہے جسے پڑھ کر انکے ذہنی قد کے چھوٹا ہونے کا اور ثبوت سامنے آجاتا ہے! انہیں اندازہ نہیں کہ پتھر کی تختیوں پر سرکاری پیسے سے نام لکھوانے سے انکا قد مزید چھوٹا ہوجاتا ہے! انہیں چند لمحے کے بعد کوئی یاد نہیں رکھتا! نئی حکومت آنے پر پرانی تختی کو توڑ دیا جاتا ہے!

راوٴ منظر حیات

Dated:24-04-2015